یا ایّھا الرّسول اور یا ایّھا النّبی
کے
قرآنی خطابات اوران کی معنویت

از:

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

قرآن کریم میں انبیائے کرام علیھم السلام کے قصے بیان ہوئے ہیں۔ ان کی حیثیت تاریخی سے زیادہ تربیتی ہے۔ ان واقعات میں انبیائے کرام علیھم السلام کے اسمائے مبارکہ کا تذکرہ بھی ہوا اور بعض مقامات پر انبیائے کرام کو اللہ رب العزت کی طرف سے خطاب بھی کیا گیا۔ ان الٰہی خطابات میں نبی آخر الزمان ﷺ کو جہاں بھی خطاب فرمایا تو وہ منفرد نوعیت کا ہے اور آپ کی عظمت و رفعت کا مظہر ہے۔ من جملہ دیگر ندائیہ کلمات کے، یا ایھا الرسول اور یا ایھا النبی بھی ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ میں نبی اور رسول میں فرق کے حوالہ سے علماء کے نقطہ ہائے نظر اور اُن آیات کی مختصر سی وضاحت پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے جن میں آپ کو ان دونوں القابات سے خطاب فرمایا گیا۔

ا۔ نبی [1] اور رسول میں فرق:-

نبیَ" کا لفظ نبأ" سے مشتق ہے اور اس کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا

ہے۔[2] لیکن نَبَأ“ ہر خبر کو نہیں کہتے بلکہ وہ خبر۔

ا۔ جو نہایت فائدہ مند۔

۲۔ اہم اور عظیم۔

۳۔ اور اس کو سن کر غلبہ ظن حاصل ہو، ہی نبأ کہلائے گی۔[3]

اگر اس لفظ کا مادہ اشتقاق النبوة یا النباوة ہو تو اس کا معنی بلند اور اونچی چیز ہے چونکہ نبی حسی اور معنوی طور پر دیگر مخلوقات سے ہر اعتبار سے اشرف واعلیٰ ہوتے ہیں اس لئے انہیں نبی کہتے ہیں۔ صاحب لسان العرب کے بقول وان اخذ من النبوة والنباوة وهی الارتفاع عن الارض اوهی الشئ المرتفع ای انه اشرف علی سائر الخلق.[4]

یوسف الصالحیؒ نے بھی ایسا ہی جملہ لکھا۔

وهی الرفعة لان رتبته مرفوعة علی سائر الخلق.[5]

امام راغب اس لفظ کے لغوی پہلوؤں پر بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں: النبوة سفارة بین الله وبین ذوی العقول من عباده لازاحة علتهم فی امرمعادهم ومعاشهم والنبی لکونه منبأً بما تسکن الیه العقول الذکیة.[6]

نبوت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان پیغام رسانی کو کہتے ہیں جس سے ان کی دنیوی اور اخروی بیماریاں دور ہوتی ہیں اور نبی ایسی باتوں کی خبر دیتا ہے جس سے عقل سلیم کو تسکین ہوتی ہے۔

صاحب لسان العرب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا معنی الطریق یعنی رستہ بھی ہے اور النبوة سے مراد الطریق الی الھدی یعنی نبوت کا رستہ ہی ہدایت کی طرف لے جانے والا ہے۔[7]

شریعت اسلامیہ میں نبی کس کو کہتے ہیں؟ اس کی وضاحت دستور العلماء میں ان الفاظ

سے کی گئی ہے۔

فی الشرع بعثه اللّٰہ تعالٰی الی الخلق لتبلیغ الاحکام.۸

یعنی شریعت میں نبی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف احکامات شرعیہ کی تبلیغ کے لئے مبعوث فرمائے۔

لغت میں رسول کے لفظ کا اطلاق صرف پیغام پر اور کبھی اس شخص پر بولا جاتا ہے جسے پیغام دے کر بھیجا گیا ہو۔ والرسول تارۃ یقال للقول المتحمَّل وتارۃ المتحمِّل۹

شرعی اصطلاح میں علامہ یوسف الصالحی کے مطابق، وہ مرد جس کی طرف شریعت کی وحی کی جائے اور اسے تبلیغ کا حکم نہ دیا جائے وہ نبی ہے اور اگر تبلیغ کا حکم بھی ہو تو وہ رسول ہے۔

انسان ذکر اوحی الیه بشرع ولم یومر تبلیغه فان أمر بذلک فهورسول ایضاً۔۱۰

نبی اور رسول میں اصطلاحی فرق کے حوالہ سے علماء کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کی رائے ہے کہ نبی اور رسول میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔۱۱

امام رازی نے ان دونوں میں فرق نہ ہونے کے دلائل بھی نقل کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کو نبی اور رسول دونوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ یہ دونوں خطاب ان کے ایک ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ أن اللّٰہ تعالٰی خاطب محمداً مرۃ بالنبی ومرۃ بالرسول فدل علی انه لامنافاۃ بین الامرین.۱۲۔

علماء کے دوسرے گروہ نے آیت کریمہ: ﴿وَمَا اَرۡسَلۡنَا من قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَلَا نَبِیٍّ﴾. (الحج:۵۲) کی روشنی میں کہا ہے کہ دونوں اصطلاحات میں فرق ہے۔۱۳ اگر دونوں ایک ہی ہوتے تو یہ تکرار ہوتی اور یہ بلاغت کے خلاف ہے۔۱۴ لیکن دونوں میں فرق کی نوعیت کیا ہے؟ اس بارہ میں علماء کا اتفاق نہیں ہے۔ کسی نے لغوی معانی کو پیش نظر رکھ کر فرق کیا تو کسی نے

ذمہ داریوں کوپیش نظر رکھااوربعض نے نزول وحی کے طرق میں فرق کوملحوظ خاطر رکھ کر رائے دی۔بعض نے انسان یافرشتہ ہونے کےفرق کوبھی قابل ذکر گردانا۔

قھستانی کے پیشِ نظر:

''الرسول من بعث لتبليغ الاحكام ملكاً كان او انسانابخلاف النبی فانه مختص بالانسان'' . ۱۵؎

فراء نے نزول وحی میں فرق کوپیش نظر رکھ کرکہا:

''الرسول الذی ارسل الی الخلق بارسال جبريل عليه السلام عياناً والنبی الذی تكون نبوته الهاما اومناماً، فكل رسول نبی وليس كل نبی رسولا. ۱۶؎

علامہ اسماعیل حقی نے ایک قول نقل کیاجس میں نئی شریعت کے ملنے یانہ ملنے کومدار ماناگیاہے:

والرسول انسان ارسله اللّٰه الی الخلق لتبليغ رسالته وتبيين ماقصرت عقولهم من مصالح الدارين وقديشرط فيه الكتاب بخلاف النبی فانه اعم. ۱۷؎

اس مسئلہ پرسب سے عمدہ رائے علامہ ابن تیمیہ کی ہے بقول انورشاہ کشمیری، کتاب النبوات میں سب سے قابل قدر یہی مسئلہ ہے۔ ۱۸؎

ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فالنبی هوالذی ينبئه اللّٰه ،وهوينبئ بماأنبأاللّٰه به ، فان أرسل مع ذلك الی من خالف أمراللّٰه ليبلغه رسالة من اللّٰه اليه فهو رسول

ولم یرسل هوالی احدیبلغه عن الله رسالة ،فهونبی ولیس برسول (سوره حج:٥٢)وقوله من رسول ولا نبی فذکر ارسالاً یعم النوعین،وقدخص احدهما بانه رسول فان هذا هوالرسول المطلق الذی أمره بتبلیغ رسالته الی من خالف الله کنوح،وقد ثبت فی الصحیح أنه اول رسول بعث الی اهل الارض۔[19]

فالانبیاء ینبئهم الله فیخبرهم بامره ونهیه وخبره،وهم ینبئون المومنین بهم ماأنبأهم الله به من الخبر والامروالنهی فان ارسلوا الی کفار یدعونهم الی توحید الله وعبادته وحده لاشریك له ولا بدأن یکذب الرسول قوم قال تعالیٰ۔(الذاریات:٥٢،السجده:٤٣)[20]

ولیس من شرط الرسول ان یاتی بشریعة جدیده،فان یوسف کان رسولا وکان علی ملة ابراهیم وداؤدوسلیمان کانارسولین وکانا علی شریعة التوراة۔[21]

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کوغیب کی خبریں دے کر نبی بنائے تو وہ نبیُ اللہ بن جاتا ہے اور جب تک کسی کافر قوم کوخدائی پیغامات پہنچانے کاحکم نہ دیا جائے وہ صرف نبیُ اللہ ہی ہوتا ہے خواہ کسی پہلی شریعت پر عمل کرتا رہے البتہ جب کافر قوم کوخدائی احکام پہنچانے کا حکم دے دیا جائے تو وہ نبی اللہ ہونے کے ساتھ رسول اللہ بھی بن جاتا ہے۔ رسول کے لئے نئی شریعت لانا قطعاً ضروری نہیں حضرت یوسف علیہ السلام رسول اللہ تھے مگر ملت ابراہیمی پر تھے اسی طرح حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام رسول تھے اور شریعت تورات پر عامل تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا دور آیا تو کفر ظاہر ہوا اس لئے روئے زمین پر پہلے رسول آپ ہی ہیں۔ حضرت آدم اور آپ کے درمیان سب انبیاء تھے۔

علمائے شیعہ کے ہاں بھی اس سے ملتی جلتی تعبیر ملتی ہے۔تفسیر نمونہ میں ہے:

ہماری نظر میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ رسول ان انبیاء کو کہتے ہیں جو اپنے دین کی تبلیغ وترویج اورلوگوں کواس کی دعوت دینے پر مامور تھے،جیسا کہ ان کی سوانح حیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں انتھک کوشش کرتے تھے۔معمولی فروگذاشت بھی نہیں کرتے تھےاور ہرطرح کی سختی اور تکلیف خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے۔البتہ نبی جیسا کہ خوداس لفظ ہی سے ظاہر ہے کہ اس شخصیت کوکہا جاتا ہے جووحی الٰہی کی خبر دے اگر چہ وہ وسیع سطح پر تبلیغ پر مامور نہیں ہوتے۔دراصل وہ ایک ڈاکٹر کی مانند ہوتا ہے جس کوتلاش کر کے اسے لوگ اپنی بیماری کا علاج کراتے ہیں مطالعہ سے پتہ چلتا ہی کہ مختلف پیغمبروں کے ماحول وحالات میں خاصا فرق تھااور ہرایک کے فرائض وذمہ داریاں جدا جدا تھیں۔[۲۲]

یہاں ضمناً نبوت ورسالت کے حوالہ سے دومزید مباحث کا اجمالی ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔

ا۔ ایک یہ کہ عورت بھی منصب رسالت ونبوت پر فائز ہوسکتی ہے یانہیں؟ جمہور کا کہنا ہے:لانبوۃ فی النساء بالاجماع.[۲۳]

والجمهور أنه لم ينبأامرأة.[۲۴]

امام ابن کثیر لکھتے ہیں: جمہور کا قول ہے کہ نبوت صرف مردوں کے ساتھ خاص ہے۔[۲۵] امام رازی کی بھی یہی رائے ہے۔[۲۶]

ابن حزم [۲۷] کی رائے ہے کہ چھ عورتیں نبی ہیں۔حواء،سارہ،ھاجر،ام موسیٰ، آسیہ،مریم۔[۲۸] ان کے نزدیک فرشتے سے مکالمہ اور بشارات وغیرہ کے لئے فرشتہ کا آنا نبی ہونے کے لئے کافی ہے اوران معنوں میں یہ عورتیں نبی ہیں مگر رسول نہیں۔''نبوۃ مع الرسالت ''صرف مردوں کے لئے ہی مخصوص ہے۔[۲۹]

مگر علامہ آلوسیؒ کے نزدیک یہ تعریف اور رائے قطعاً صحیح نہیں ہے وأن من توھم أن النبوة مجرد الوحی ومکالمة الملک فقدحاد عن الصواب.[۳۰]

امام قرطبیؒ درج بالا خواتین میں سے صرف حضرت مریم کی نبوت کے قائل ہیں۔والصحیح أن مریم نبیه.[۳۱]

ب۔ علماء نے ﴿یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ﴾ (الانعام:۱۳۰) کےتحت یہ بھی بحث کی ہے کہ جنوں میں بھی رسول مبعوث ہوئے ہیں یا نہیں؟ بعض علمائے تفسیر کا کہنا ہے رسول اور نبی صرف انسانوں میں ہوئے جنات میں کوئی شخص بلا واسطہ رسول نہیں ہوا۔ جنات میں انسانی رسولوں کے قاصد اور پیغامبر ہوتے تھے مجازی طور پر ان کو رسول کہا گیا ہے۔ایک جماعتِ علماء کا یہ خیال ہے کہ خاتم الانبیاء سے پہلے ہر گروہ کے رسول اسی گروہ سے ہوتے تھے

اور آپ ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو انسانوں اور جنوں کا واحد رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔[۳۲]

رسالت اور نبوت سے متعلقہ ان مباحث کے بعد ان آیات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں آپ ﷺ کو رسول اور نبی کے لقب سے ندا کی گئی ہے۔

۱. یاایّھاالرسول کا خطاب:-

قرآن کریم میں صرف دو مقامات ہیں جن میں آپ کو یاایھا الرسول کے لقب سے خطاب کیا گیا ہے۔یہ دونوں مقامات سورۃ المائدہ میں ہیں اور یہ مدنی سورت ہے۔

(۱) ﴿یَاۤاَیُّھَاالرَّسُوۡلُ لَایَحۡزُنۡكَ الَّذِیۡنَ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡكُفۡرِ مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَمِنَ الَّذِیۡنَ هَادُوۡا سَمّٰعُوۡنَ لِلۡكَذِبِ سَمّٰعُوۡنَ لِقَوۡمٍ اٰخَرِیۡنَ لَمۡ یَاۡتُوۡكَ۔ یُحَرِّفُوۡنَ الۡكَلِمَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوَاضِعِهٖ یَقُوۡلُوۡنَ اِنۡ اُوۡتِیۡتُمۡ هٰذَا فَخُذُوۡهُ وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡتَوۡهُ فَاحۡذَرُوۡا۔ وَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتۡنَتَهٗ فَلَنۡ تَمۡلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیۡــًٔا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُرِدِ اللّٰهُ اَنۡ یُّطَهِّرَ قُلُوۡبَهُمۡ۔ لَهُمۡ فِی الدُّنۡیَا خِزۡیٌ ۚۖ وَّلَهُمۡ فِی الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ﴾ (المائدہ:۴۱)

ترجمہ: اے رسول! آپ کو نہ غمگین کریں وہ جو کفر کی راہ میں سبقت کر رہے ہیں۔ ان لوگوں میں سے جو زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ اور ان لوگوں میں سے جو یہودی ہیں یہ جھوٹ کے رسیا اور دوسروں کی باتیں ماننے والے ہیں جو خود آپ کے پاس نہیں آتے۔ اللہ کی باتوں کو صحیح موقعوں سے بدل دیتے ہیں۔

اس آیت میں ﴿یــا ایھــاالــرسول﴾ سے خطاب کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے: لفظ رسول سے خطاب یہاں اس حقیقت کو ظاہر کر رہا ہے کہ رسول کی اصل ذمہ داری صرف اللہ کے دین کی تبلیغ اور انداز وتبشیر کے فریضہ کی ادائیگی ہے۔ اس امر کی کوئی ذمہ داری اس پر نہیں ہے کہ لوگ اس کی دعوت کے معاملے میں رویہ کیا اختیار کرتے ہیں۔ اگر رسول نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا ہے تو وہ عنداللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گیا، لوگ اگر کفر کی راہ میں سبقت کرتے ہیں تو اس کی پرسش رسول سے نہیں ہوتی ہے بلکہ خود لوگوں سے ہوتی ہے، پھر جو بات دوسروں سے متعلق ہے اس کا غم رسول کیوں کرے؟ یہاں چونکہ مقصود آنحضرت

ﷺ کو منافقین اور یہود کی مخالفانہ اور سازشانہ روش پر تسلی دینا اور اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ جن کا فتنہ میں پڑنا سنت الٰہی کے بموجب مقدر ہو چکا ہے وہ فتنہ میں پڑ کے رہیں گے اس وجہ سے ﴿یا ایھا الرسول﴾ کے خطاب سے آپ کو مخاطب کرنا موزوں ہوا تا کہ خطاب ہی سے آپ کی ذمہ داری کی حد آپ پر واضح ہو جائے''۔۳۳

(۲) ﴿یٰاَیُّھَاالرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآاُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ. وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ. وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ. اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ﴾. (المائدہ:۶۷)

اس آیت مبارکہ میں یاایھا الرسول کے لقب سے خطاب کی معنویت کو علامہ شبیر احمد عثمانی نے نہایت جامعیت سے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: پچھلی آیات میں اہل کتاب کی شرارت، کفر اور سیہ کاریوں کا ذکر کر کے تورات، انجیل، قرآن اور کل کتب سماویہ کی اقامت کی ترغیب دی گئی تھی۔ آئندہ قل یااھل الکتاب لستم علی شئ سے اہل کتاب کے مجمع میں اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اس ''اقامت'' کے بدون تمہاری مذہبی زندگی بالکل صفر اور لاشیٔ محض ہے ﴿یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک﴾ میں اسی دوٹوک اعلان کے لئے حضور کو تیار کیا گیا ہے۔ یعنی آپ پر جو کچھ پروردگار کی طرف سے اتارا جائے خصوصاً اس طرح کے فیصلہ کن اعلانات

آپ بے خوف وخطر اور بلا تامل پہنچاتے رہیے۔ اگر بفرض محال کسی ایک چیز کی تبلیغ میں بھی آپ سے کوتاہی ہوئی تو بحیثیت رسول (خدائی پیغامبر) ہونے کے رسالت وپیغام رسانی کا جو منصب جلیل آپ کو تفویض ہوا ہے سمجھا جائے گا کہ آپ نے اس کا حق کچھ بھی ادا نہ کیا۔ بلاشبہ نبی کریم ﷺ کے حق میں فریضہ تبلیغ کی انجام دہی پر بیش از بیش ثابت قدم رکھنے کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی مؤثر عنوان نہ ہو سکتا تھا۔ آپ نے

بیس بائیس سال تک جس بے نظیر اولوالعزمی جانفشانی، مسلسل جدوکد اور صبر واستقلال سے فرض رسالت وتبلیغ کو ادا کیا وہ اس کی واضح دلیل تھی کہ آپ کو دنیا میں ہر چیز سے بڑھ کر اپنے فرض منصبی (رسالت وبلاغ) کی اہمیت کا احساس ہے۔ حضور کے اس احساس قوی اور تبلیغی جہاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفۂ تبلیغ میں مزید استحکام وتثبیت کی تاکید کے موقع پر مؤثر ترین عنوان یہ ہی ہوسکتا تھا کہ حضور کو یاایھاالرسول سے خطاب کر کے صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ اگر بفرض محال تبلیغ میں ادنیٰ سی کوتاہی ہوئی تو سمجھو کہ آپ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے اور ظاہر ہے کہ آپ کی تمامتر کوششوں اور قربانیوں کا مقصد وحید ہی یہ تھا کہ آپ خدا کے سامنے فرض رسالت کی انجام دہی میں اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل فرمائیں لہٰذا یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں کہ کسی ایک پیغام کے پہنچانے میں بھی ذرا سی کوتاہی کریں عموماً یہ تجربہ ہوا ہے کہ فریضۂ تبلیغ ادا کرنے میں انسان چند وجوہ سے مقصر رہتا ہے۔ یا تو اسے اپنے فرض کی اہمیت کا کافی احساس اور شغف نہ ہو یا لوگوں کی عام مخالفت سے نقصان شدید پہنچے یا کم از کم بعض فوائد کے فوت ہونے کا خوف ہو اور یا مخاطبین کے عام تمرد وطغیان کو دیکھتے ہوئے جیسا کہ پچھلی اور اگلی آیات میں اہل کتاب کی نسبت بتلایا گیا ہے، تبلیغ کے ثمر اور منتج ہونے سے مایوسی ہو، پہلی وجہ کا جواب ﴿**یاایھاالرسول** سے **فمابلغت رسالته** تک، دوسری کا **والله یعصمک من الناس**﴾ میں اور تیسری کا **ان الله لایهدی القوم الکفرین** میں دیدیا گیا۔ یعنی تم اپنا فرض ادا کئے جاؤ خدا تعالیٰ آپ کی جان اور عزت وآبرو کی حفاظت فرمانے والا ہے وہ تمام روئے زمین کے دشمنوں کو بھی آپ کے مقابلہ پر کامیابی کی راہ نہ دکھلائے گا، باقی ہدایت وضلالت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایسی قوم جس نے کفر وانکار ہی پر کمر باندھ لی ہے اگر راہ راست پر نہ آئی تو غم نہ کرو اور نہ مایوس ہو کر اپنے فرض کو چھوڑو نبی کریم ﷺ نے اس ہدایت ربانی اور آئین آسمانی

کے موافق امت کو ہر چھوٹی بڑی چیز کی تبلیغ کی۔نوعِ انسانی کے عوام وخواص میں سے جو بات، جس طبقہ کے لائق اور جس کی استعداد کے مطابق تھی، آپ نے بلا کم وکاست اور بے خوف وخطر پہنچا کر خدا کی حجت بندوں پر تمام کردی اور وفات سے دو اڑھائی مہینے پہلے حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں چالیس ہزار سے زائد خادمان اسلام اور عاشقان تبلیغ کا اجتماع تھا آپ نے علی رؤس الاشہاد اعلان فرمادیا کہ اے خدا تو گواہ رہ میں (تیری امانت) پہنچا چکا۔۳۴

ب۔ یاایھا النبی کا خطاب:

قرآن کریم میں ۱۳ مقامات پر ﴿یاایھا النبی﴾ سے آپ کو خطاب کیا گیا ہے۔ذیل میں ان آیات کو نقل کیا جاتا ہی جنکا آغاز اس پرکیف خطاب سے ہوا اور اس خطاب کی معنویت سے متعلق مفسرین کی آراء کو بھی نقل کیا جائے گا۔

(۱) ﴿یَـآاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾. (الانفال ۶۴)۔

ترجمہ: اے نبی مکرم آپ کے لئے اللہ تعالیٰ اور آپ کی پیروی کرنے والی مومنین کافی ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو جہاد پر ابھارنے کے لئے آپ کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے ارشاد فرمایا یاایھا النبی آپ تو نبوت کے مقام ارفع پر فائز ہیں اس لئے کیا گیا ہے۔اس ہمت افزائی کی ساتھ ہی اگلی آیت میں آپ کو وہ حکم دیا گیا جس کی لیے یہ آیت تمہید تھی۔

آپ کی نصرت اوراعانت کے لئے اللہ اورآپ کے غلام کافی ہیں کسی اور کے سہارے کی قطعاً ضرورت نہیں۔آپ کی دلجوئی اور تسلی وتشفی کے لئے اس خطاب دلنواز سے مخاطب۔

(۲) ﴿ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ﴾. (الانفال:۶۵)

اے نبی مکرم مومنوں پر قتال پر برانگیختہ کیجئے۔

چونکہ مخلوق تک احکامات الٰہیہ نبی کے واسطہ ہی سے پہنچتے ہیں اس لئے یاایھاالنبی کا خطاب فرمایا اورساتھ ہی مسلمانوں کو روحانی تقویت کے لئے قلت وکثرت کااصول سمجھادیا۔ یہ حکم درحقیقت مجاہدین میں ذمہ داریوں کا احساس اجاگرکرتا ہے۔ایمانی بصیرت کی قوت وسطوت کاایساپیغام نبی ہی دے سکتے ہیں۔

(۳) ﴿ یَااَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْ اَیْدِیْکُمْ مِنَ الْاَسْرٰیٓ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْراً یُّؤْتِکُمْ خَیْراً مِّمَّآاُخِذَمِنْکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْر" رَّحِیْم ﴾". (الانفال:۷۰)

ترجمہ: اے نبی مکرم آپ کے قبضہ میں جوقیدی ہیں ان سے فرمایئے اگراللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی پائے گا توجوکچھ تم سے لیا گیاہےاس سے بہتر وہ تم کوعطافرمائے گااورتم کوبخش دے گااوراللہ بخشنے والااورمہربان ہے۔

یہ آیت درحقیقت بدرکےقیدیوں کے لئے اللہ کی طرف سےایک پیغام ہے۔

پیغامات الٰہیہ مخلوقات تک بواسطہ نبی آتے ہیں اس لئے ﴿یاایھاالنبی﴾ سے خطاب فرمایا۔ اس پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں: ان دونوں آیتوں (۷۰،۷۱) پرغور کیجئے تو یہ بات واضح ہوگی کہ آنحضرت ﷺ نے بدرکےقیدیوں کوفدیہ لےکرجوچھوڑدیاتو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کواس

پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس نے اس کو پسند فرمایا اوران قیدیوں کو یہ پیغام بھجوایا کہ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے اس احسان کی قدر کی تو اس سے ان کے لئے قبول اسلام اور مغفرت کی راہیں کھلیں گی۔ غور کیجئے کہ کہاں یہ بات اور کہاں وہ جو محض بعض تفسیری روایات کی بنا پر مفسرین نے اختیار فرمائی کہ آنحضرت پر اس بات کے لئے عتاب ہوا کہ اچھی طرح خون بہائے بغیر تم نے قیدی کیوں پکڑے اور فدیہ کیوں قبول کیا۔[۳۵]

(۴) ﴿ یَـا اَیُّھَـاالـنَّبِیُّ جَـاھِـدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلَظْ عَلَیْھِمْ ﴾. (التوبہ:۷۳)

ترجمہ: اے نبی کریم کافروں کے ساتھ جہاد کیجئے اوران پر سختی کریں۔

نبی کریم ﷺ آپ مزاج اقدس کی نرمی کی بنا پر منافقین کا سخت اختساب نہ فرماتے۔ یـاایھـاالنبی کے خطاب سے آپ کو حکم دیا جارہا ہے کہ اے رؤف ورحیم اب ان کی بارے میں اپنے رویے میں تبدیلی پیدا کرلیں یہ لوگ کریم النفسی سے ماننے والے نہیں اب ان پر سختی کریں۔

(۵) ﴿ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِتَّقِ اللّٰہَ وَلَاتُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ﴾. (الاحزاب:۱)

ترجمہ: اے نبی مکرم! ڈرتے رہیے اللہ سے اور کفار ومنافقین کا کہنا نہ مانیے۔

''اس سورہ مبارکہ (الاحزاب) کا آغاز یـاایھـاالنبـی کے پرجلال کلمات سے کیا گیا ہے براہ راست اس خصوصی خطاب کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں چند ایسی اصلاحات کا حکم دیا جارہا ہے جو قدامت پرست اہل عرب کے رسم ورواج کے سراسر خلاف تھیں۔ معاشرہ میں جب کوئی فعل رواج پکڑتا ہے اور پشت ہاپشت سے لوگوں کا اس پر تعامل ہوتا ہے تو اسے ایک تقدس اور احترام حاصل ہوجاتا ہے۔ وہ

لوگوں کی عقیدت کا مرکز بن جاتا ہے اور وہ اس بارے میں اتنے جذباتی ہوجاتے ہیں کہ اس میں کسی اصلاح اور ترمیم کو برداشت نہیں کرتے اور کسی بڑی سے بڑی ہستی کو بھی اس میں ردوبدل کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

قوموں کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے والوں کے لئے سب سے صبر آزما لمحے وہی ہوتے ہیں جب وہ اپنی قوم کے غلط اور مضرت رساں رسم ورواج کے خلاف علم جہاد بلند کرتے ہیں کیونکہ اس سورت میں عرب کے قدامت پسند معاشرہ اور ان کے غلط رواجوں کی اصلاح کرنا مقصود ہے اور قوم کے شدید ردعمل کا اندیشہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصی طور پر خطاب فرما کر چند ہدایات سے سرفراز کر رہے ہیں تا کہ حضور کے خلاف کذب وافتراء کے جو طوفان اٹھنے والے ہیں ان میں آپ ثابت قدمی اور استقامت کا مظاہرہ کریں۔ ۳۶

پیغمبر ﷺ کو یہ حکم دینے کا مقصد یہ نہیں کہ آنجناب تقویٰ کے بارہ میں یا کفار ومنافقین کی اطاعت ترک کرنے کے مسئلہ میں کسی قسم کی کوتاہی سے کام لیتے تھے بلکہ اس قسم کے احکام جہاں ایک طرف پیغمبر کے وظائف اور ذمہ داریوں کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے وہاں پر تمام مومنین کے لیے درس بھی ہے۔ ۳۷ علامہ آلوسی کی رائے میں تقویٰ اختیار کرنے کے حکم کا مقصود اس پر دوام واستقامت ہے یہ بھی کہا گیا کہ تقویٰ کا مفہوم بہت وسیع ہے اس کی کوئی انتہا نہیں اس لئے تقوی میں ہر لمحہ زیادتی واضافہ ہو۔ الدوام والثبات علیھا وقیل الازدیاد منھا فان لھا بابا واسعا وعرضا عریضاً لا ینالہ مناہ. ۳۸

(۶)

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔﴾ (الاحزاب:۲۸)

ترجمہ: اے نبی مکرم آپ اپنی بیویوں کو فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی آرائش و آسائش کی خواہاں ہو تو آؤ تمھیں مال و متاع دے دوں اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ تمھیں رخصت کر دوں۔

منافقین مرد جس طرح مسلم معاشرہ کے خلاف اپنی کاروائیوں میں مصروف ہوتے اسی طرح منافق عورتیں بھی یہ کام کرتیں۔ نبی کریم ﷺ کی گھریلو زندگی کو تباہ کرنے کے لئے منافقات کی چالوں کے حوالہ سے یہ آیات نازل ہوئیں۔ منافق عورتوں کی چالوں کا مقصد آپ کی گھریلو زندگی میں فتنہ کھڑا کرنا اور ازواج النبی کے اندر بے اطمینانی پیدا کرنا تھا۔ یہ حالات تھے جن میں یہ آیات اتری ہیں۔ ان میں جو باتیں فرمائی گئی ہیں ان کو سنانا تو مقصود ہے دراصل ان منافقین اور منافقات کو جن کی ریشہ دوانیوں کے تار و پود ان میں بکھیرے گئے ہیں لیکن وہ پس پردہ تھے اس وجہ سے قرآن نے ان کو مخاطب کرنے کی بجائے نبی ﷺ اور ازواج النبی کو مخاطب کر کے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ ۳۹

(۷) ﴿یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِداً وَمُبَشِّراً وَّنَذِیْراً وَدَاعِیاً اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجاً مُنِیْراً﴾ (الاحزاب ۴۵-۴۶)

ترجمہ: اے نبی مکرم ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری سنانے والا، بروقت ڈرانے والا، اور اللہ کی طرف اس کے اذن سے دعوت دینے والا اور روشن کر دینے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔

یہاں نبی ﷺ کو خطاب کر کے آپ کا منصب بتایا گیا ہے اور اس منصب کے ساتھ جو ذمہ داریاں وابستہ ہیں ان کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے تا کہ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم پر بھی واضح ہوجائے کہ آپ کو کیا کام کرنے ہیں اور کس طرح کرنے ہیں اور دوسروں پر بھی آپ کی شخصیت کی اصلی نوعیت اچھی طرح واضح ہوجائے کہ موافقین ومخالفین دونوں اس روشنی میں اپنے اپنے رویے کا جائزہ لے سکیں۔۴۰

(۸) ﴿یَـا اَیُّهَـا الـنَّبِـیُّ اِنَّـا اَحْـلَلْنَـا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْ اٰتَیْـتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَامَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَیْکَ﴾. (الاحزاب:۵۰)

ترجمہ: اے نبی مکرم ہم نے حلال کردی ہیں آپ کے لئے آپ کی ازواج جن کے مہر آپ نے ادا کردیئے ہیں اور آپ کی کنیزیں جو اللہ نے بطور غنیمت آپ کو عطا کی ہیں۔

اسلام نے مردوں کو شرط عدل کے ساتھ چار شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص حکمتوں کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار سے زیادہ ازواج کی اجازت مرحمت فرمائی ۔۴۱ چونکہ یہ چیز آپ کے امتیازات وخصائص میں سے تھی اس لئے یـا ایهـا الـنبی سے خطاب کیا گیا کہ آپ کو نبی کی حیثیت سے اس کی اجازت دی گئی ہے اسی لئے ان شادیوں کے مقاصد عام شادیوں سے بلند تر تھے۔ ان سے مقصود یا تو اپنے غلاموں کی دلجوئی تھی یا دشمن قبائل کے ساتھ محبت اور مؤدت کے تعلقات قائم کرنے تھے۔۴۲

محمد علی السایس نے سابقہ آیات سے ربط واضح کرتے ہوئے لکھا کہ ان میں مومنین سے متعلقہ احکام تھے اور ان میں ازواج النبی سے متعلق۔ وهـنـا فی نساء النبی اللاتی یحل له نکاحهن واحکام اخری تتبع النکاح. ۴۳

﴿یَاَیُّھَاالنَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ
(۹) مِنْ جَلَا بِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰی اَنْ یُعْرِفْنَ فَلَایُؤْذَیْنِ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا
رَّحِیْمًا﴾۔ (الاحزاب:۵۹)۔

ترجمہ: اے نبی مکرم! آپ فرمایئے اپنی ازواج مطہرات کو اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہل ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) اپنی چادر کے پلو اپنے اوپر ڈال لیا کریں اسی طرح بآسانی پہچان لی جائیں گی پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، اور ہر وقت رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں ازواج مطہرات یا بنات طاہرات اور تمام مومن عورتوں کے لئے ایک شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔ یہ حکم بھی ایسا ہے جو صرف آپ کے زمانہ اقدس سے مخصوص نہیں ہمیشہ کے لئے مومنین پر فرض کیا گیا ہے اس لئے مناسب یہی تھا کہ یاایھاالنبی کے الفاظ سے آغاز ہو نبی ہی خالق اور مخلوق کے مابین سفارت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

(۱۰) ﴿یٰاَیُّھَاالنَّبِیُّ اِذَاجَاءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ
شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَھُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ
یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْھُنَّ
وَاسْتَغْفِرْلَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔﴾ (الممتحنہ:۱۲)

اے نبی مکرم! جب مومن عورتیں آپ کے پاس آئیں اوران شرائط پر بیعت کریں کہ وہ کسی کو خدا کا شریک قرار نہیں دیں گی، چوری نہیں کریں گی، زنا سے آلودہ نہ ہوں

گی، اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور نہ اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے کوئی بہتان باندھیں گی اور معروف کے کاموں میں آپ کے حکم کی مخالفت نہیں کریں گی۔تو آپ ان سے بیعت لے لیں اور خدا سے ان کے لئے مغفرت طلب کریں بیشک خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

یہ آیات صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کی درمیانی مدت میں نازل ہوئیں۔۴۴؎ ان آیات میں عورتوں سے چھ امور پر بیعت لینے کا حکم دیا گیا ہے چونکہ یہ بیعت براہ راست نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر تھی اور اس عرصہ میں آنے والی تمام خواتین کے لیے یہ عمومی حکم تھا اس لئے ﴿یاایھاالنبی﴾ کا خطاب ہی مناسب اور موزوں تھا۔اس آیت مبارکہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے مسائل کو معاشرے کے اہم ترین امور میں شمار کیا ہے۔

(۱۱) ﴿یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ بِعِدَّتِهِنَّ﴾۔(الطلاق:۱)

ترجمہ: اے نبی مکرم! (مسلمانوں سے فرماؤ) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو، تو ان کو طلاق دو، ان کی عدت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔

اگرچہ اس آیت مبارکہ میں خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے مگر حکم امت کے لئے ہے۔

کیونکہ آپ کو خطاب کرنے کے فوراً بعد ضمیر خطاب جمع کی آ گئی ہے (طلقتم) ۴۵؎

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: آیت میں طلاق کا ذکر تھا اور یہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب کرنے کے بعد امت کو خطاب کیا اور اس میں نبی کریم ﷺ کی تکریم و تعظیم کا پہلو شامل ہے۔انہ خاطبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالنداء صرف سبحانہ الخطاب عنہ لامتہ تکریمالہ ﷺ

لما فی الطلاق من الکراھة فلم یخاطب به تعظیماً.[۴۶]

(۱۲) ﴿یَاأَیُّھَاالنَّبِیُّ لِمَ تَحَرِّمُ مَااُحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾.(التحریم: ۱)

ترجمہ: اے نبی مکرم! آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں یاایھاالنبی سے خطاب پر روشنی ڈالتے ہوئے ابوحیان اندلسیؒ لکھتے ہیں: یاایھاالنبی نداء اقبال وتشریف یعنی اللہ تعالیٰ نے یاایھاالنبی سے خطاب فرما کر اپنے حبیب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور شرف ندا سے سرفراز فرمایا ہے۔ لم تحرم سوال تلطف یعنی از راہ لطف ومحبت دریافت کیا کہ اے حبیب آپ نے ایسا کیوں کیا اس کا قرینہ یہ ہے کہ پہلے بڑے احترام سے خطاب فرمایا پھر سوال کیا جس طرح ﴿عفاالله عنک لم اذنت لھم﴾ میں ہے۔ پھر فرماتے ہیں تحریم سے مراد تحریم شرعی نہیں یعنی جس طرح وحی الٰہی سے کسی چیز کو جو پہلے حلال تھی حرام کر دیا جاتا ہے اور اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ یہ حرام ہے، بلکہ یہاں تحریم سے مراد امتناع ہے یعنی کسی چیز کے استعمال سے رک جانا۔ جیسے کوئی شخص کسی حلال اور مباح چیز کے استعمال سے اپنے آپ کو باز رکھ لیتا ہے اور کبھی یہ امتناع کسی کی دلجوئی کے لئے ہوتا ہے''۔[۴۷]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: فیه تعظیم شانه صلی الله وسلم لان ترک الاولی بالنسبه الی مقامه السامی الکریم یعد کالذنب و ان لم یکن فی نفسه کذلک.[۴۸]

اس خطاب میں آپ کی رفعت شان ہے یعنی اگرچہ آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا زیادہ سے زیادہ ترک اولی تھا لیکن آپ کے مقام عالی کے یہ بھی مناسب نہ تھا ﴿یاایھاالنبی﴾ کے خطاب سے آپ کے منصب نبوت کا ذکر فرما کر اس بات کی

طرف اشارہ فرمایا کہ آپ کے اس فعل کا مقصد چونکہ امت کے لئے کوئی حکم نہ تھا اور منصب نبوت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کا ہر قول و فعل امت کے لئے نمونہ بنے، اس لئے یہ ترک اولی بھی مقام نبوت کے شایان شان نہیں۔

(۱۳) ﴿یَاأَیُّهَاالنَّبِیُّ جَاهِدِالْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ﴾. (التحریم:۹)

ترجمہ: اے نبی مکرم! کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو۔ آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

اس آیت میں یــا ایهــا النبی کے خطاب کی بلاغت کو مولانا امین احسن اصلاحی نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔مومنین و متعلقین کے احتساب کے بعد یہ نبی ﷺ کو اس عام فریضہ احتساب کی تاکید ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ مامور تھے۔آیت میں جس جہاد کا حکم ہے وہ تلوار اور زبان دونوں ہی کا جہاد ہے۔البتہ دونوں کے محل الگ الگ ہیں.......... یہ سخت انداز میں منافقین کے احتساب کی تاکید اس وجہ سے ہوئی کہ نبی ﷺ اپنی کریم النفسی کے سبب سے ان کی غلطیوں پر جب گرفت فرماتے نرم ہی انداز میں فرماتے تاکہ ان کی رسوائی نہ ہو۔اس کریمانہ انداز کی انہیں قدر کرنی تھی لیکن منافقین اس کے اہل نہ تھے۔وہ اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے دلیر ہوتے جارہے تھے کہ ان کا فریب کامیاب ہورہا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ انداز بدل دینے کا حکم دیا اور سختی کے ساتھ ان کے احتساب کی تاکید فرمائی۔[۴۹]

خلاصہ بحث:

(۱) ''یا ایها'' کا خطاب ان موارد کے ساتھ مخصوص ہے جہاں مقصد سب لوگوں کی

توجہ کوکسی مطلب کی طرف مبذول کرنا ہواگرچہ مخاطب ایک ہی شخص ہوبخلاف ''یــا'' کےخطاب کےجس کاعام طور پراطلاق ایسے موارد میں ہوتا ہے جہاں مراد مخاطب کی ذات ہوتی ہے۔

(۲) قرآن کریم میں آپ ﷺ کودومقامات پریاایھاالرسول اورتیرہ مقامات پر یــاایھاالنبی کےلقب سےندا کی گئی ہے۔اس سے یہ بھی ظاہرہوتا ہے کہ جب نبی یارسول میں سے کوئی ایک لفظ آتا ہے تواس کی مراد میں دونوں (رسول اورنبی) شامل ہوتے ہیں مگر جب یہ اکھٹے آئیں توان میں اس اصطلاحی فرق کوملحوظ رکھاجائےگا جس کی تفصیل مضمون کی ابتداء میں بیان کی گئی ہے۔۵۰

(۳) وہ تمام سورتیں جن میں ان الفاظ سےندا کی گئی ہے مدنی ہیں۔

(۴) ﴿یــاایھــاالــرسـول﴾ کےخطاب سےکسی سورت کا آغاز نہیں ہوا جبکہ سورۃ الاحزاب،سورۃ طلاق اورالتحریم کا آغاز ﴿یاایھاالنبی﴾ سے ہوا ہے۔

(۵) آپ ﷺ کےعلاوہ تمام انبیاءکوان کے ناموں سے خطاب کیا گیا اورآپ کو القابات سےندا کی گئی ہے۔اس سےاللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں آپ کی عظمت ورفعت کاعلم ہوتا ہے۔پس یہ خطابات کرامت وشرف کی دلیل ہیں اورامت کی لئےآپ کی بارگاہ کےآداب بجالانے کاحکم ونصیحت۔۵۱

(۶) یاایھاالنبی کےعنوان سےخطاب ان مواقع پر ہے جہاں حکم تمام امت کے لئے عام ہواورجس جگہ کوئی حکم رسول کی ذات سےمتعلق ہوتا ہےتووہاں یاایھاالرسول سےخطاب کیاجاتا ہے۔۵۲

(۷) بعض اوقات روئےسخن تونبی کی طرف ہوتا ہے مگرنتیجہ اورمراد امت ہوتی ہے۔۵۳

(۸) یہ خطاب آپ کوتسلی وتشفی دینے کےساتھ ساتھ ذمہ داریوں سےآگاہ کرنے کے لئےبھی ہے۔۵۴

حوالہ جات/حواشی

(۱) نبی کا لفظ ۵۴ دفعہ، اس کی جمع نبیون ۱۶ دفعہ، اور جمع مکسر انبیاء ۵ دفعہ اور اس کا مصدر نبوت ۵ دفعہ قرآن میں آیا ہے۔ مستشرقین کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ نبی کا لفظ عبری `Nabi اور آرامی (نبیا `Nebi a یا نبیو Nabiio) سے بنا ہے۔ {رامیار، ڈاکٹر محمود، تاریخ قرآن مؤسسۃ انتشارات امیر کبیر تہران ۱۳۶۲، ص: ۱۷۴-۱۷۵}

(۲) ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت ۱۹۶۸ جلد اول ص: ۱۶۳

(۳) المفردات بذیل مادہ

(۴) لسان العرب: جلد اول ص: ۱۶۳

(۵) الصالحی، یوسف، سبل الھدی و الرشاد، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۳، جلد: ۲، ص: ۲۷۸

(۶) المفردات بذیل مادہ

(۷) لسان العرب جلد اول، ص: ۱۶۳

(۸) الاحمد نگری، عبد النبی بن عبد الرسول، دستور العلماء عربی ترجمہ حسن ھانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت جلد ۳، ص: ۲۷۲

(۹) الفیروزآبادی، محمد بن یعقوب (۸۱۷ھ)، بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز، المکتبۃ العلمیۃ بیروت جلد ۳، ص: ۶۹-۷۰

(١٠) سبل الھدی والرشاد، جلد٢، ص:٢٧٨

(١١) الماوردی، محمد بن حبیب (٤٥٠ھ) النکت والعیون تحقیق السید بن عبدالمقصود، دارالکتب العلمیۃ بیروت، جلد٤، ص:٣٤

(١٢) رازی، محمد بن عمر (٦٠٦ھ، مفاتیح الغیب، داراحیاء التراث العربی، بیروت ١٩٩٩ء جلد:٨، ص:٢٣٦

(١٣) علامہ آلوسی لکھتے ہیں: یدل علی المغایرة بینھما وھو الشائع، جلد٩، ص:١٦٤ علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: ھذا دلیل بین علی تغایر الرسول والنبی، روح البیان جلد٦، ص:٦٣

(١٤) سبل الھدی جلد٢، ص:٢٧٩

(١٥) اسماعیل حقی (١١٣٧ھ) روح البیان، تحقیق احمد عبید، داراحیاء التراث العربی ٢٠٠١ء، جلد٦، ص:٦٣

(١٦) القرطبی، محمد بن احمد الانصاری، (٦٧١ھ)، الجامع لاحکام القرآن، دارالفکر بیروت، ١٩٩٥، جلد٤، ص:١٢٩

(١٧) روح البیان، جلد٦، ص:٦٣ (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمایئے روح المعانی جلد٩، ص:١٦٥/ تاریخ القرآن، ص:١٧٤-١٧٩/ النکت والعیون، جلد٤، ص:٣٥)

(١٨) بدر عالم میرٹھی ترجمان السنۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص:٤٤٥

(١٩) احمد بن تیمیہ (٧٢٨ھ) النبوات، تحقیق محمد عبدالرحمٰن عوض، دارالکتاب العربی، بیروت ١٩٨٥، ص:٢٨٢

(٢٠) ایضاً ص:٢٨١-٢٨٢

(۲۱) ایضاً ص:۲۸۲

(۲۲) شیرازی، ناصر مکارم، تفسیر نمونہ ، مترجم صفدر حسین نجفی، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ۱۴۱۷ھ، جلد:۷، ص:۶۸۹

(۲۳) روح البیان جلد۲،ص:۴۰

(۲۴) البحر المحیط جلد۲،ص:۴۷۷

(۲۵) ابن کثیر، قصص الانبیاء ، مترجم ظفر اقبال کلیار، مکتبہ زاویہ لاہور ۲۰۰۳، ص:۹۵۸

(۲۶) مفاتیح الغیب جلد۳،ص:۲۱۷

(۲۷) دلائل کے لئے ملاحظہ فرمایئے۔ الملل والنحل جلد۳،ص: ۳۰۸-۳۱۳، مترجم عبداللہ عمادی میر محمد کتب خانہ کراچی

(۲۸) فتح الباری جلد۶،ص:۴۷۱

(۲۹) قصص القرآن ص:۳۱

(۳۰) روح المعانی جلد۲،ص:۱۴۹

(۳۱) الجامع لاحکام القرآن جلد۴،ص:۸۳/ جلد۱۱،ص:۹۰

(۳۲) سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بکسٹال لاہور ۲۰۰۵ جلد ۳، ص ۶۵۳_۶۵۵ معارف القران جلد:۳،ص:۴۵۵

(۳۳) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، دارالاشاعت الاسلامیہ لاہور، ۱۹۷۱، جلد۲ ص:۲۹۳

(۳۴) شبیر احمد عثمانی، زیر آیت المائدہ:۶۷

(۳۵) تدبر قرآن جلد۳،ص:۱۰۵

(۳۶) ضیاءالقرآن جلد:۴،ص:۹

(۳۷) تفسیر نمونہ ،جلد:۵۴۴

(۳۸) روح المعانی ،جلد:۱۱،ص:۱۴۲

(۳۹) تفصیلات کے لئے ملاحظہ فرمائے ،تدبر قرآن جلد۵،ص:۲۱۴

(۴۰) تدبر قرآن جلد۵،ص:۲۳۹

(۴۱) ضیاءالقرآن جلد:۴،ص:۸۴

(۴۲) ضیاءالقرآن،جلد:۴،ص:۸۴

(۴۳) السایس،محمد علی،تفسیر آیات الاحکام ،احیاءالتراث العربی،۲۰۰۱ء جلد:۲،ص:۳۰۲

(۴۴) مفسرین نے عموماً ان کا نزول فتح مکہ کا موقعہ بتایا ہے مگر واحدی نے یہی لکھا ہے اور یہ زیادہ موزوں بھی ہے۔الواحدی،علی بن احمد،اسباب النزول ،تحقیق ایمن صلح شعبان،دارالحدیث القاہرہ،۱۹۹۵ء،ص:۳۶۰

(۴۵) The plural "you" indicates that the whole community is thus addressed.

(Muhammad Asad, The Message of the Qur'an, Gibraltar, 1980, P:872)

(۴۶) روح المعانی،جلد:۱۴،ص:۳۲۵

(۴۷) علامہ ابوحیان کی یہ رائے تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم ص:۲۹۴ سے نقل کی گئی ہے۔تفسیر البحر المحیط جلد۸،ص:۲۸۴ پر یہ عبارت موجود ہے۔

(۴۸) روح المعانی، جلد:۴،ص:۳۷۳

(۴۹) تدبر قرآن، جلد:۷،ص:۴۷۳

(۵۰) قرآن میں ایمان اور اسلام، فقیر اور مسکین بھی اس فرق کی مثالیں ہیں۔

(۵۱) علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: ناداہ تعالٰی بالنبی لا باسمہ ای: لم یقل یامحمد کما قال یاآدم ویانوح، ویاموسی ویاعیسی ویازکریاویایحیٰی تشریفاً فھو من الالقاب المشرفة الدالة علی علوجنابه علیه السلام، وله اسماء والقلب غیرھذا وکثرة الاسماء والالقاب تدل علی شرف المسمی واما تصریحه باسمه فی قوله محمدرسول اللّٰه. (الفتح:۲۹)فلتعلیم الناس انه رسول اللّٰه ولیعتقدوه کذلک ویجعلوه من عقائدھم الحقة. (روح البیان ،جلد:۷،ص:۱۵۷)

علامہ مراغی نے لکھا ہے:خاطب اللّٰہ محمداً صلی اللّٰہ علیه و آلہٖ وسلم یاایهاالنبی فی مواضع کثیرة وماخاطبه بی ایهاالرسول الافی هذا الموضع وموضع اخربعده یاایهاالرسول بلغ ماانزل الیک من ربک.(المائده:٦٧)وهذا الخطاب للتشریف والتعظیم وتأدیب المومنین وتعلیمهم أن یخاطبوه بوصفه کما کان یفعل بعض اصحابه بقولهم (یارسول اللّٰہ)وجهل هذا بعض الاعراب لخشونتهم وسذاجة فطرتهم فکانوا ینادونه (یامحمد)حتی انزل اللّٰہ لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا.(النور:٦٣)فکفوعن ندائه باسمه. (المراغی،احمد مصطفیٰ،تفسیر

المراغی،تحقیق باسل عیون السود، دارالکتب العلمیة بیروت١٩٩٨،جلد:٢،ص:٤٣٧)

(٥٢) الجامع لاحکام القرآن،جلد:١٨،ص:١٤٨

(٥٣) سورۃ الطلاق آیت:١کے تحت امام قرطبی لکھتے ہیں انه خطاب للنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم والمراد امته.الجامع لاحکام القرآن ،جلد:١٨،ص:١٤٨

(سورہ توبہ آیت:٨٣ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بھی امام قرطبی نے لکھا ہے:الخطاب للنبی ﷺ وتدخل فیه امته من بعده.الجامع لاحکام القران جلد:٤،ص:١٢٩)